ترجمة القرآن

قسط ۲

از: شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی

تفسیر کی اصطلاحی تعریف

تفسیر کی تعریف میں علماء نے مختلف انداز اختیار کئے ہیں کسی نے مختصر تعریف کی ہے کسی نے مطول بعض نے میانہ روی اختیار کی ہے۔

مختصر تعریف یہ ہے اور

یبحث فیہ عن القرآن الکریم من حیث دلالتہ علی مراد اللہ تعالیٰ بقدر الطاقة البشریة

تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں انسانی استطاعت کی حد تک قرآن کی مراد الٰہی پر دلالت سے بحث کی جاتی ہے۔

طویل تعریف

ھو علم یبحث فیہ عن کیفیة النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتہاوا حکامھا الافرادیة والترکیبیة و معانیھا التی تحمل علیھا حال الترکیب و غیر ذالک کمعرفة النسخ و سبب النزول و مابہ توضیح المقام القصة والمثل

وہ ایک ایسا علم ہے جس میں قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی کی کیفیت، الفاظ کے

مفہوم و معنی ان کے افرادی و ترکیبی احکام، ان کا حقیقی و مجازی مفہوم اس کے علاوہ ناسخ و منسوخ کی معرفت شان نزول اور موقعہ و محل کی توضیح کیلئے واقعہ و تمثیل سے بحث کی جاتی ہے۔

تعریف کے الفاظ کی توضیح

کیفیۃ النطق سے مراد، قرآآت ہیں۔ مدلولات سے مراد الفاظ کا مفہوم و معنی ہے۔ افرادی احکام سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا تعلق علم صرف اور علم اشتقاق سے ہے۔ ترکیبی احکام سے مراد وہ باتیں ہیں جن کا تعلق علم نحو، علم بیان اور علم بدیع سے ہے۔ معانی التی تحمل علیہا حال الترکیب سے مراد الفاظ کا حقیقی و مجازی معنی ہے۔

متوسط تعریف

هو علم يبحث فيه عن احوال الكتاب العزيز من جهة نزوله و سنده وادائه والفاظه و معانيه المتعلقة بالالفاظ والمتعلقته بالاحكام

تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں کتاب عزیز (قرآن مجید کے مختلف احوال سے بحث و گفتگو کی جاتی ہے کہ وہ کب اور کہاں اترا، کس طریقہ سے پہنچا۔ اس کو کیسے پڑھا جائے گا۔ اس کے الفاظ کا مفہوم و معنی کیا ہے۔ ان میں وصل ہے یا فصل،

عموم ہے یا خصوص۔

تعریف کے الفاظ کی توضیح

نزول کی بحث سے مراد، زمان نزول اور مکان نزول کے بارے میں وضاحت کرنا مقصود ہے اس کی سند کی بحث سے مراد۔ اس کی قرات کا متواتر، احاد یا شاذ ہونے کی وضاحت کرنا ہے۔ ادائہ یعنی الفاظ کی ادائیگی کا طریقہ بیان کرنا مقصود ہے یعنی علوم تجوید سے متعلقہ مسائل کا بیان۔ الفاظ کے احوال کی بحث سے مراد ان کا صحیح و معتل اور معرب و مبنی ہونا یعنی علم صرف، علم اشتقاق اور علم نحو کے متعلقہ مسائل ہیں۔ معانی متعلقتہ بالالفاظ کی بحث سے مقصد ان کا حقیقی و مجازی معنی یا ان میں باہمی ترادف واشتراک ہے۔ یعنی علم لغت اور علم معانی و بیان سے متعلقہ مسائل ہیں۔ معانی متعلقہ بالاحکام کی بحث سے مراد ان کا مقید و مطلق، عام و خاص اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ ہونا ہے۔

تعریفات ثلاثہ میں قدر مشترک یہی ہے کہ تفسیر کا مقصد انسانی قوت و مقدرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مراد کوواضح کرنا ہے۔

ترجمہ و تفسیر میں فرق

ترجمہ لفظی ہو یا تفسیری دونوں تفسیر سے الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ اور ان میں چار واضح فرق ہیں

۱۔ ترجمہ میں اصل کی جگہ مستقل لفظ لایا جاتا ہے لیکن تفسیر میں یہ پابندی نہیں۔ مفسر پہلے جملہ کے مفردات کی الگ الگ توضیح و تشریح کرتا ہے۔ پھر جملہ کا

مفہوم و مقصد واضح کرتا ہے۔ اس طرح پھر دوسرے جملہ یا چند آیات کے الفاظ و معانی سے بحث کرتا ہے۔ پھر ان کا مقصد و مراد واضح کرتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید اور اس کی تشریح و تفسیر یکے بعد دیگر جاری رہتے ہیں۔ جب کہ ترجمہ میں صرف کلمات قرآنیہ کا حرفی معنی یا ترجمانی ہوتی ہے۔

۲۔ ترجمہ میں ضمنی مباحث پر گفتگو نہیں ہو سکتی جب کہ تفسیر میں آزادی ہوتی ہے۔ اس لئے مفسر اپنے ذوق ادبی اور فقہی و کلامی نقطہ نظر کے مطابق، لغت، نحو، صرف، فقہ، اصول فقہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ عقائد اور بعض واقعات پر کھل کر بحث کرتا ہے۔ معانی و مطالب سمجھانے کیلئے جو مباحث وہ ضروری خیال کرتا ہے ان کو بیان کر سکتا ہے۔

۳۔ ترجمہ میں اصل تمام معانی و مقاصد کو ادا کرنے کا خیال رکھا جاتا ہے جب کہ تفسیر میں مفسر اپنے ذہن، حالات و وقت کی ضرورت کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔ جس دور میں وہ تفسیر لکھ رہا ہے۔ اس دور کے تقاضوں اور ضروریات کو ملحوظ رکھتا ہے۔

۴۔ مترجم یہ دعوی کرتا ہے کہ اس نے اصل مقصد و مراد کو پوری طرح ادا کر دیا ہے اور اس نے جو معانی و مطالب بیان کئے ہیں۔ اصل سے وہی مقصود ہیں۔ لیکن مفسر ایسا دعویٰ نہیں کرتا۔ وہ بعض دفعہ کسی مفہوم و مقصد پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور بعض جگہ عدم ظاہر کرتا ہے۔ بعض جگہ مختلف احتمالات پیدا کرتا ہے اور ان میں راجح مرجوح کا تعین نہیں کرتا۔ بعض مقامات پر مختلف احتمالات پیدا کرتا ہے اور ان میں راجح اور مرجوح کا تعین کر دیتا ہے۔ بعض مقامات پر اللہ اعلم بمرادہ کہہ دیتا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر مفسرین حروف مقطعات اور متشابہات قرآن میں

یہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مزید بر آں بعض کتب میں ترجمہ اصل کی جگہ لے لیتا ہے۔ لیکن تفسیر کو کبھی یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا آج کل تورات و انجیل کے تراجم بھی موجود ہیں اور انہیں تورات و انجیل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کی کسی تفسیر کو قرآن کا نام نہیں دیا گیا۔ جب کہ بعض آزاد منش اور بے دین لوگوں نے بعض تراجم کو قرآن کے نام سے شائع کیا ہے۔

تاویل کا مفہوم و معنی

تاویل کے مادہ اشتقاق کے بارے میں علمائے لغت کے دو قول ہیں۔

(۱) تاویل آل یؤول اولا سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ کہتے ہیں۔

طبخت الدواء حتی آل المنان منہ الی منّ واحد (اقرب الموارد)

میں نے دوائی پکائی حتی کہ دو رطل کی جگہ ایک رطل رہ گئی یا کہتے ہیں

فلان یئول الی کرم (المعجم الوسیط)

فلان جوروشنی کی طرف لوٹتا ہے۔

لسان العرب میں ہے

الاول الرجوع الی الشئی، آل الشئی یؤول اولا و تالا رجع والت عن الشئی ارتددت و فی الحدیث من صام الدھر فلا صام ولا آل ای ولارجع الی خیر

اول کسی چیز کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں۔ آل الشئی یؤول اولاو مالا کا معنی شئی لوٹ آئی۔ اور اُلتُ عن الشئی کا معنی میں اس سے رک گیا۔ اور حدیث میں ہے جس نے

ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے در حقیقت روزہ نہیں رکھا اور نہ ہی وہ خیر کی طرف لوٹا ہے۔

(۲) تاویل آل یؤول آیالتہ سے ماخوذ ہے۔ علامہ زمخشری نقل کرتے ہیں

آل الرعیة یؤولها ایالة حسنة

اس نے رعایا کا بہترین انتظام کیا یا بہت اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی

(اساس البلاغة، المعجم الوسیط)

اور اوّل الکلام تاویلا کا معنی بقول صاحب تاج العروس ولسان العرب یہ ہے دبّرہ وقدرہ وفسرہ اس پر غور وفکر کیا۔ اندازہ لگایا اور وضاحت وتشریح کی۔

پہلے معنی کے اعتبار سے گویا مؤول نے ارجع الکلام الی مایحتملہ من المعانی، کلام کو معانی محتملہ کی طرف لوٹایا اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مؤول لیسوس الکلام و یضعہ فی موضعہ کلام کا خیال و نگہداشت کر کے اس کے موقعہ و محل پر رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں تاویل کا لفظ سات سورتوں میں آیا ہے۔ اور مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آل عمران میں ہے:

فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله و ما یعلم تاویله الاالله

رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے متشابہات کے درپے ہوتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت و ماہیت معلوم کریں حالانکہ ان کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت میں تاویل کا لفظ کس شئی کی اصل حقیقت و ماہیت کے معنی میں

استعمال ہوا ہے۔ یعنی متشابہات کا حقیقی مفہوم اور اصل مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سورۃ نساء میں ہے:

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیروا حسن تاویلا

پس اگر کسی امر میں تم میں اختلاف رائے واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ طریقہ بہتر اور مال و انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

اس آیت میں تاویل کا لفظ، مال وانجام یا نتیجہ و ثمرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورہ اعراف میں ہے:

ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق

یہ لوگ بس اس حقیقت کے مشاہدے کے منتظر ہیں جس روز اس کی حقیقت سامنے آئے گی، وہ لوگ جنہوں نے اس کو پہلے نظرانداز کئے رکھا بول اٹھیں گے کہ بے شک ہمارے رب کے رسول بالکل سچی بات لے کر آئے تھے۔

اس آیت میں تاویل کا معنی یہ ہے کہ رسول جس جزا و سزا یا ثواب و عقاب کی خبر دیتا ہے وہ واقعاتی صورت میں سامنے نہیں آئی۔ جب جزاو سزا سے واقعاتی طور پر یعنی خارج میں دوچار ہوں گے پھر رسول کی باتوں کی تصدیق کریں گے۔

سورہ یونس میں ہے:

بل كذبوا بمالم يحيطوا بعلمہ و لما ياتهم تاويلہ
بلکہ یہ لوگ اس چیز کو جھٹلا رہے ہیں جس کی حقیقت ابھی تک ان کے سامنے ظاہر نہیں ہوئی۔

یہاں بھی تاویل کا معنی اس عذاب کا واقعاتی شکل میں ظہور پذیر ہونا ہے جس کی قرآن مجید ان لوگوں کو خبر دے رہا ہے جو رسول کی تکذیب کر رہے تھے۔

سورہ یوسف میں تاویل کا لفظ بہت سی آیات میں آیا ہے۔ فرمایا:

وكذلك يجتبيك ربك و يعلمك من تاويل الاحاديث
اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں برگزیدہ کرے گا اور تمہیں باتوں کی حقیقتوں تک پہنچنا سکھائے گا۔ دوسری جگہ فرمایا:

وكذالك مكنا ليوسف فى الارض ولنعلمہ من تاويل لاحاديث
اور اسی طرح ہم نے یوسف کیلئے ملک میں زمین ہموار کی (تاکہ اس کو منتخب کریں) اور اس کو باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھائیں۔

دو قیدی یوسف علیہ السلام کے پاس آئے، خواب سنایا اور درخواست پیش کی نبئنا بتاویلہ۔ ہمیں اس کی تعبیر بتائیں۔ آپ نے فرمایا:

لا ياتيكما طعام ترزقنة الا نباتكما بتاويلہ قبل ان ياتيكما
جو کھانا تمہیں ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔

شاہ مصر کے درباری کہنے لگے:

وما نحن بتاويل الاحلام بغلمين

ہم پریشان خوابوں کی تعبیر کے عالم نہیں۔ قید سے نجات پانے والا بادشاہ سے عرض کرتا ہے۔

أنا انبئکم بتاویلہ فارسلون

میں آپ لوگوں کو تعبیر بتاؤں گا۔ پس مجھے جانے دیجئے۔ یوسف علیہ السلام والدین کو تخت پر بٹھا کر فرماتے ہیں:

یاابت ھذا تاویل رؤیای من قبل

اے میرے اباجان! یہ ہے میرے پہلے خواب کی تعبیر۔

یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں:

رب قد اتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث

اے میرے رب تو نے مجھے اقتدار میں سے حصہ دیا اور باتوں کی تعبیر کا علم بھی سکھایا۔

سورۃ اسراء میں ہے:

اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذالک خیرو احسن تاویلا

جب تم ناپو تو ناپ پوری رکھو اور وزن صحیح ترازو سے کرو یہی بہتر اور انجام و نتیجہ کے اعتبار سے خوب تر ہے۔

سورہ کہف میں ہے:

سانبک بتاویل مالم تستطع علیہ صبرا

میں اب تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاؤں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

جب خضر نے موسیٰ علیہ السلام کو تینوں واقعات کا پس منظر یا محرک عمل بتادیا تو کہنے لگے:

ذالک تاویل مالم تسطع علیہ صبرا
یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کرسکے۔

گویا قرآن مجید میں آل عمران مس تاویل کا لفظ، غایت مقصودہ یا اصلی و حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ نساء اور اسرا میں تاویل کا معنی انجام۔ مال کار اور ثمرہ و نتیجہ ہے۔

اعراف اور یونس میں تاویل کا معنی، جس واقعہ کی خبر دی گئی ہے اس کا ظہور پذیر ہونا ہے۔

یوسف میں معنی خواب کی تعبیر۔ اس کا خارجی ظہور یا بات کی تہہ تک پہنچنا ہے۔

کہف میں معنی۔ کام کا پس منظر یا محرک اور داعیہ عمل ہے۔

سلف کے نزدیک تاویل کا مفہوم

سلف کے نزدیک تاویل دو مفہوم کیلئے مستعمل ہے۔

ا۔ کلام کے مفہوم و معنی کو واضح کرنا خواہ وہ ظاہر کلام کے موافق ہو یا مخالف۔ اس صورت میں تاویل اور تفسیر کا لفظ مترادف (ہم معنی) ہوں گے۔ اسی معنی میں مجاہد کا قول ہے:

ان العلماء یعلمون تاویلہ
علماء متشابہات کی تاویل جانتے ہیں۔ ابن جریر اپنی تفسیر میں جگہ جگہ لکھتے ہیں:

القول فی تاویل قولہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر۔ اور ابن عباس کا قول ہے:

انا من الراسخین فی العلم الذین یعلمون تاویلہ

ہیں علم میں رسوخ رکھنے والے ان علماء میں سے ہوں جو متشابہات کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس کیلئے دعا فرمائی تھی

اللهم علمه التاويل

۲۔ نفس المراد بالکلام

فان كان الكلام طلبا كانّ تاويله نفس الفعل المطلوب و ان كان خبرا كان تاويله وقوع المخبربة

تاویل کا معنی، کلام کی مراد ہے۔ اگر کلام طلبی و انشائی ہے یعنی امر ہے تو اس کی تاویل اس امر کا امتثال ہے۔ یعنی اس پر عمل پیرا ہونا۔ اگر کلام خبریہ ہے تو اس کی تاویل جس چیز کی خبر دی گئی ہے اس کا وقوع پذیر ہونا ہے۔ کلام طلبی کی مثال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ:

كان رسول اللهؐ يقول فى ركوعه و سجوده سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللّهم اغفرلى- يتاوٴل القرآن تعُن قوله تعالىٰ فسبحّ بحمد ربك واستغفره انّه كان توابا

نبی اکرم ﷺ رکوع و سجود میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلى

اس طرح قرآنی حکم پر عمل کرتے تھے کیونکہ قرآن میں یہ حکم موجود ہے۔

اپنے رب کی حمد کیساتھ اس کی تسبیح بیان کرو اور اس سے بخشش طلب کرو۔ بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

اور کلام خبری کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

هل ينظرون الاّ تاويله باقی ص۴ پر